جناب میر اکبر علی صاحب پلیڈر ایم ایل سی
شہر فیروز پور
Ferozepore. city
FEROZEPORE CITY

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

فاروق

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۹ صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۳۷ء | نمبر ۳

سلسلہ احمدیہ کی مالی مشکلات کے متعلق حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی تجاویز

مخلصین جماعت فوری توجہ فرمائیں

مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء کے دوسرے اجلاس میں جو تجاویز صدر انجمن احمدیہ کی مالی مشکلات کو حل کرنے کے لئے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ نے منظور فرمائی تھیں۔ ان کو تفصیل کے ساتھ روزنامہ الفضل مجریہ ۸ دسمبر ۱۹۳۶ء میں شائع کر دیا گیا تھا۔ اور وہ حسب ذیل تھیں۔

پانچ سالہ قرضہ

۱۔ ایک لاکھ روپیہ مخلصینِ جماعت سے بطور قرضہ حسنہ جمع کیا جائے۔ جو پانچ سال میں واپس دیا جائیگا۔ لیکن جو دوست اس قدر لمبے عرصہ کے لئے قرض نہ دے سکتے ہوں۔ وہ تھوڑے عرصہ کے لئے قرض دیں۔ مگر یہ عرصہ ایک سال سے کم نہیں ہونا چاہیئے۔ (اس قرضہ میں ایک سو روپیہ اور اس سے اوپر کی رقمیں حتی الوسع پورے سینکڑوں میں قبول کی جاتی ہیں۔ اور زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہو جاتی ہیں۔ جو دوست تنہا ایک سو روپیہ دینے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ وہ کسی اور دوست کے ساتھ مل کر اس تحریک میں شامل ہو سکتے ہیں)

امانت فنڈ

۲۔ جن احباب کے پاس مخصوص اغراض مثل تعمیر مکان۔ خرید اراضی۔ بیاہ شادی یا تعلیم وغیرہ کی غرض سے کچھ روپیہ جمع ہو۔ اور ان کو اس روپیہ کے خرچ کرنے کی فوری ضرورت نہ ہو۔ ان کو چاہیئے۔ کہ بجائے اپنے پاس یا اپنے طور پر ڈاکخانہ یا بینک وغیرہ میں جمع رکھنے کے ایسے روپے کو صدر انجمن احمدیہ کے خزانے میں بطور "ذاتی امانت" جمع کروا دیں۔ یہ روپیہ جب بھی ضرورت ہو۔ بیت المال سے واپس لیا جا سکتا ہے۔

حضور نے فرمایا تھا۔ کہ:۔

"اگر اس طریق پر عمل کیا جائے۔ تو ایک دو لاکھ نہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ ۱۰-۱۵-۲۰ لاکھ روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ اور ان لوگوں کو جو روپیہ جمع کرائیں گے۔ کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ وہ جب چاہیں۔ اپنا روپیہ مانگ لیں۔ ادھر انجمن والوں کو سانس لینے کا موقع مل جائیگا۔ غرض نہایت سہولت کے ساتھ یہ رقم جمع ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ دوست بے اعتباری اور بے جا شرم کو چھوڑ دیں"۔

پھر فرمایا:۔

بے اعتباری کی تو کوئی بات ہی نہیں۔ امانت رکھانے والوں کو اب تک کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ اور شرم کی بھی کوئی بات نہیں ..... دوست اگر اس پر عمل کریں۔ تو ان کا کچھ بھی حرج نہیں ہوتا۔ لیکن انجمن کو فائدہ پہنچ سکتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن اگر وہ اس کے لئے بھی تیار نہ ہوں۔ جس پر ان کا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ تو پھر ان کے بڑے بڑے دعووں کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے۔"

پھر فرمایا:۔" سوال یہ ہے۔ کہ کونسی چیز ہے۔ جس کے ذریعہ موجودہ بوجھ کو دور کیا جا سکے۔ ہم اسکو دور کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ جماعت کے مخلص اس تحریک کی اہمیت کو سمجھیں۔ اور اس پر عمل کریں۔ اگر چوتھا حصہ بھی جماعت کا عمل کرے۔ تو یقینی بات ہے۔ کہ بوجھ اتر جائے۔"

"پس یہ بہت معمولی اور چھوٹی سی بات ہے۔ اگر اس مد میں روپیہ جمع نہ ہو۔ تو میں یہ نہیں مانوں گا۔ کہ دوستوں کے پاس روپیہ نہیں۔ بلکہ یہ سمجھونگا۔ کہ اس طرف توجہ نہیں کی گئی۔"

تجارتی کاروبار

(۳) جو دوست محض حصول ثواب کے لئے روپیہ نہ لگا سکتے ہوں۔ اور اپنے روپیہ سے کچھ نفع بھی حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ ان کے لئے دو صورتیں پیش کی گئی تھیں

(الف) صدر انجمن کی کسی جائیداد کو رہن رکھ لیں اس صورت میں ان کو مرہو نہ جائیداد کا کرایہ ملتا رہیگا۔

(ب) اراضیات سندھ کی تجارت میں روپیہ لگایا جائے۔

شرح چندہ میں اضافہ

۴۔ موصی اور غیر موصی احباب اپنی شرح چندہ میں تین سال کے لئے حسب ذیل طریقوں پر اضافہ کریں:۔

(۱) جو دوست موصی ہیں۔ اور حصہ آمد ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنی خوشی سے تین سال کے لئے اپنی حصہ آمد کا ایک درجہ بڑھا دیں۔ مثلاً جو موصی اب اپنی آمد کا دسواں حصہ ادا کرتے ہیں۔ وہ تین سال کے لئے نواں حصہ داخل کرنا منظور فرمالیں۔ جو دوست نواں حصہ دیتے ہیں۔ وہ آٹھواں حصہ دینا شروع کر دیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔

نوٹ:۔ اس تحریک سے وہ موصی مستثنیٰ ہوں گے۔ جو پہلے ہی حصہ آمد ۱/۳ کے حساب سے دیتے ہیں۔ کیونکہ اس پر اور زیادتی کی شرعاً گنجائش نہیں ہے۔

(۲) غیر موصی احباب اپنا چندہ عام تین سال کے لئے بجائے ایک آنہ فی روپیہ کے سوا آنہ فی روپیہ کے حساب سے دیا کریں۔ یہ اضافہ بھی اختیاری ہے۔ یعنی جو دوست خوشی سے ایسا کرنا چاہیں۔ وہ کر سکتے ہیں۔

موصی اور غیر موصی اصحاب کو جو اس طرح اپنا چندہ بڑھائیں گے۔ حق ہوگا۔ کہ تین سال کے بعد اپنی پرانی شرح پر لوٹ آئیں۔

اسوقت تک کس قدر کامیابی ہوئی۔

اب احباب کی اطلاع کے لئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ مندرجہ بالا شقوں میں سے ہر ایک کی طرف کہاں تک توجہ کی گئی ہے۔ اور کس قدر کامیابی ہوئی ہے۔

شق نمبر ۱۔ تحریک قرضہ ایک لاکھ میں ۳۷ احباب نے حصہ لیا ہے۔ اور جمع شدہ روپیہ کی کل میزان ۲۳۳۴۵ ہے۔

شق نمبر ۲۔ ذاتی امانت کے نئے حسابات اس تحریک کے ماتحت ڈیڑھ سو کے قریب دوستوں نے کھلوائے ہیں۔

مجھے یقین ہے۔ کہ سینکڑوں دوست ابھی باقی ہیں۔ جو شق ۱ یا ۲ میں حصہ لینے کے قابل ہیں۔ مگر انہوں نے ابھی تک توجہ نہیں فرمائی۔ پس احباب کو چاہیئے۔ کہ سستی اور لاپرواہی کو چھوڑ کر اس مضمون کے پڑھنے کے ساتھ ہی مومنانہ عزم کے ساتھ روپیہ ارسال کرنے کی فکر فرمائیں۔ تا ہماری مالی پریشانیاں دور ہوں۔

شق نمبر ۳۔ روپیہ نفع پر لگانا۔ اس میں حصہ لے سکنے والے دوست بھی ضرور جماعت میں موجود ہیں اس طریق پر روپیہ لگانا بھی موجودہ مالی تنگی میں موجب ثواب ہے۔ اگر کوئی بات احباب کے نزدیک قابل دریافت ہو۔ تو وہ دریافت فرمالیں۔

شق نمبر ۴۔ شرح چندہ میں اضافہ کرنا۔

ہر چند کہ تحریک کا یہ حصہ بھی محض طوعی تھا۔ یہ امید کی گئی تھی۔ کہ سلسلہ کی مالی تنگی کے پیش نظر احباب کثرت سے اسکو قبول فرما کر اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں کے وارث بنیں گے۔ مگر اخیر مارچ تک صرف ۱۰۴ موصیوں نے اور ۴۰ غیر موصیوں نے شرح چندہ میں مطلوبہ قسم کے اضافے کئے۔ ان اضافوں کے ذریعہ سے جو آمد میں زیادتی ہوگی۔ وہ ساڑھے سات ہزار روپیہ سالانہ تک پہنچتی ہے۔ مگر چونکہ یہ مقدار جماعت کی وسعت کے لحاظ سے اور ہماری ضروریات کے لحاظ سے بہت ہی کم ہے۔ اور چونکہ چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) روپے سالانہ اضافہ آمد کی ابھی ضرورت باقی ہے۔ اس لئے دیگر موصی و غیر موصی احباب کو پھر توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ اس ثواب کے موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور فوراً اپنی شرح چندہ میں اضافہ کر کے نظارت بیت المال کو اطلاع دیں۔

چند اور باتیں

اس کے علاوہ جماعت کے طلباء اور بچوں کو ترغیب دی جائے۔ کہ وہ بھی کچھ نہ کچھ چندہ دیا کریں۔

نیز احباب کو ریزرو فنڈ کے جمع کرنے کی طرف متوجہ فرمایا جاوے۔ مستورات سے جن کی اپنی آمدنی ہو۔ خواہ وہ تنخواہ یا وظیفہ کے طور پر ہو۔ خواہ جیب خرچ ہو۔ خواہ اپنے گھر کے خرچ میں سے بچا کر ہو۔ اس پر پوری شرح سے چندہ وصول کیا جائے۔

دوسری مستورات سے بھی کوشش کی جائے۔ کہ وہ بھی کچھ نہ کچھ چندہ ضرور اپنے لئے مقرر کر لیں۔ اور باقاعدہ ادا کیا کریں۔

ان تمام طریقوں سے اور پوری کوشش کرنے سے اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ تو چندہ کی آمد میں معتد بہ اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس زمانہ کا بہت بڑا جہاد مالی قربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ اس نکتہ کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور عہدیداروں کو اپنی ذمہ داریوں کے سمجھنے اور ان کو سرانجام دینے کی توفیق بخشے۔

جہاں جہاں جماعت کے عہدیدار خود مالی قربانی کرنے میں یا وصولی کے معاملہ میں سست ہوں۔ وہاں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ کا ارشاد ہے۔ دوسرے احباب کام کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ تا بعض لوگوں کی سستی اور غفلت کی وجہ سے سلسلہ عالیہ کے مفاد کو نقصان پہنچایا جائے۔ فرزند علی عفی عنہ ناظر بیت المال صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دہریہ مشن

ہستی باری تعالےٰ

(۳)

اعتراض دوم۔ اگر خدا کا کوئی وجود ہے۔ اور واقعہ میں ایک ایسی ہستی ہے۔ جو ہماری خالق اور رازق ہے۔ اور اسی نے نبیوں کو الہام سے اپنے قوانین اور شریعتوں سے اطلاع دی۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ مذاہب میں اختلاف نہ ہوتا بلکہ سب مذہب آپس میں متفق ہوتے۔ کیونکہ ان کے اتارنے والا ایک مانا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ مذاہب میں بجائے اتفاق کے اختلاف ہے۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ الہام وغیرہ وہم ہے۔ اور خدا کا واقعہ میں کوئی وجود نہیں۔

جواب اول۔ مذاہب میں اختلاف ہونے کی وجہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ان کا بھیجنے والا کوئی نہیں۔ کیونکہ مذہب اور شریعت لوگوں کے لئے بطور نسخے کے ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک ہی طبیب مختلف بیماروں کی حالت کے مطابق مختلف نسخے تجویز کرتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ تو ایک ہی ہے۔ لیکن چونکہ لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں۔ اس لئے ان کے لئے نسخے بھی مختلف تجویز کئے گئے۔ مثلاً بنی اسرائیل ایک وقت فرعون اور اسکی قوم کی حکومت کے ماتحت ان کے ظلموں کی وجہ سے ایسے بے غیرت ہو گئے تھے۔ کہ ان میں غیرت اور خودداری اور عزت کا نام بھی باقی نہیں رہا تھا۔ اور کسی سے بدلہ لینے کی ان میں ہمت نہ تھی۔ اس وقت خدا نے ایک نسخہ بھیجا۔ اس میں درج تھا۔ کہ تم ہر شرارت کا انتقام لو۔ کان کے بدلے کان۔ ناک کے بدلے ناک۔ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ غرض اس طرح پر زور تحریکوں سے ان میں جوش انتقام پیدا کیا۔ پھر جب ۱۴ سو برس کا لمبا عرصہ گذر گیا۔ اور حضرت عیسےٰ کا وقت آیا۔ اس وقت یہودی نہایت انتقام گیر اور کینہ توز ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کے لئے جو نسخہ آیا۔ اس میں درج تھا۔ کہ اگر کوئی شخص تیرے دہنے گال پر تھپڑ مارے تو بایاں گال بھی اس کے آگے کر دے۔ اس کے بعد جب ایسے وسائل پیدا ہونے لگے۔ اور وہ زمانہ آگیا۔ کہ دنیا کے لوگ دور دراز ملکوں سے آپس میں ملنے لگے۔ تب ایک مکمل نسخہ آیا۔ جس کی موجودگی میں کسی اور نسخہ کی ضرورت نہ رہی۔ اس میں نسخہ لکھنے والے حکیم مطلق نے لکھا۔ کہ انتقام کے موقعہ پر انتقام لو۔ اور جہاں عفو کا موقعہ ہو۔ وہاں عفو سے کام لو۔ غرض مذاہب میں اختلاف سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ کہ وہ ایک سرچشمہ سے نہیں نکلے۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ لوگوں کی طبیعتوں اور حالتوں میں اختلاف ہے۔ تبھی طبیب نے مختلف مریضوں کے لئے مختلف نسخے تجویز کئے۔ ایک طبیب کے پاس ایک ایسا شخص آئے۔ جسے قبض کی شکایت ہوگی۔ تو وہ طبیب نسخہ میں ایسی دوائیاں تجویز کرے گا۔ کہ جو قبض کشا ہوں اس کے بعد جب اسہال کا مریض آوے گا۔ تب وہی طبیب نسخہ میں ایسی دوائیاں تجویز کرے گا۔ جو قبض پیدا کرنے والی ہوں گی۔ کیا ان دو مختلف نسخوں کو دیکھکر کوئی دہریہ یہ کہے گا۔ کہ ان کا لکھنے والا ایک نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ کہے گا۔ کہ لکھنے والا تو ایک ہی ہے۔ لیکن مریض دو ہیں۔ اس طرح ہم بھی کہتے ہیں۔ بھیجنے والا ایک ہی ہے۔ لیکن نسخوں میں اختلاف اس لئے ہے۔ کہ قوموں کی حالتیں مختلف ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جاوے۔ اور چھان بین کی جاوے۔ تو دنیا میں جس قدر مذاہب ہیں۔ اصل میں وہ سب متفق ہیں۔ اور سب ایک اصول پر مجتمع ہیں۔ اور جو اختلاف ہم کو نظر آتا ہے۔ وہ بعد میں آنے والوں کی ملاوٹ اور تحریف کا نتیجہ ہے۔ حضرت موسےٰؑ بھی توحید لے کر آئے۔ اور حضرت عیسیٰؑ بھی خدا منوانے کے لئے دنیا میں تشریف فرما ہوئے۔ یہ صرف پچھلوں کی مہربانی تھی۔ کہ تثلیث اور کفارہ اور الوہیت کا عقیدہ بنا لیا۔ ورنہ نص انجیل سے یہ باتیں ثابت نہیں ہوتیں۔ ان کے بعد اسلام آیا۔ وہ دونوں مذہبوں کا مصدق بن کر آیا۔ غرض تمام مذہب آپس میں متفق ہیں۔ اور اصول کے لحاظ سے بالکل ایک ہیں۔ ہاں اگر فروع میں کہیں کہیں کوئی فرق نظر آتا ہے۔ تو وہ قوموں کی حالتوں کی تبدیلی کی وجہ سے ہے۔

اعتراض سوم۔ اگر کوئی خدا ہوتا۔ تو دنیا میں یہ تفرقہ نہ ہوتا۔ کہ کوئی غریب ہے۔ اور کوئی امیر۔ کوئی مریض ہے۔ اور کوئی تندرست کوئی کمزور اور کوئی طاقتور۔

جواب اول۔ یہ اعتراض تو ایسا ہے۔ جیسا کہ ہندوستان کا کوئی حاکم نہیں۔ کیونکہ یہاں تفرقہ ہے۔ کوئی ڈپٹی کمشنر ہے۔ کوئی لفٹننٹ گورنر اور کوئی گورنر۔ کیا یہ استدلال کسی صحیح العقل انسان کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

جواب دوم۔ اصل میں تفرقہ کے بانی چند آدمی ہی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے سورج۔ چاند۔ ہوا۔ پانی وغیرہ تمام چیزیں جن پر زندگی کا مدار ہے۔ سب کو یکساں طور پر دی ہیں۔ اور پھر ترقی کرنے کے اصول اور قوانین مقرر کر دیئے ہیں۔ ایک شخص ان قانونوں پر عمل کرتا ہے۔ وہ ترقی کر جاتا ہے۔ دوسرا شخص غفلت سے کام لیتا ہے۔ وہ ان قواعد پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔ اور اس طور پر ترقی سے محروم رہ جاتا ہے۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسا کہ گورنمنٹ نے سکول اور کالج کھولے ہوئے ہیں۔ اور عام اجازت دی ہوئی ہے۔ کہ جو شخص چاہے۔ وہ ان میں داخل ہو جائے۔ اب ایک شخص اپنے بیٹے کو مدرسہ میں داخل کراتا ہے۔ اور تعلیم وغیرہ کی نگرانی کرتا ہے۔ اس بات کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ اس کا لڑکا ایک مدت مقررہ کے بعد ایم۔ اے ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک دوسرا شخص باوجود گورنمنٹ کے اعلان کے سستی کرتا ہے۔ اور اپنے لڑکے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو سکول میں داخل نہیں کراتا۔ اور اوارہ پھرنے دیتا ہے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ اس کے پڑھنے کی عمر گذر جائیگی۔ اور وہ ایم۔ اے نہ ہو سکیگا۔ اب ان دونوں شخصوں کی حالتوں میں تفرقہ ہے۔ لیکن اس تفرقہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ گورنمنٹ کا کوئی قصور ہے۔ بلکہ سراسر قصور اس دوسرے غفلت کرنیوالے شخص کا ہے۔

اسی طرح اگر دنیا میں لوگوں کی حالتوں میں تفرقہ ہے۔ تو اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ کوئی ایک خالق نہیں۔ یا یہ کہ وہ بخیل اور ظالم ہے۔ بلکہ اس تفرقہ کے ذمہ وار سراسر انسان ہیں۔

تیسرا جواب۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک افسر کے ماتحت مختلف ملازم ہوتے ہیں۔ پھر کچھ ان میں سے اعلےٰ کچھ ادنیٰ پھر کوئی کسی کام پر اور کوئی کسی کام پر۔ اگر ایک باورچی خانہ کا داروغہ ہے۔ تو وہ سرا باغ کا مالی۔ اسی طرح اس کے اصطبل میں مختلف جانور ہوں گے۔ ایک دس ہزار کا گھوڑا تو ایک دس بیس روپیہ کا گھانس لادنے والا گدھا۔ لیکن باوجود ان مختلف حیثیتوں کے اور باوجود ایسے بین تفرقہ کے پھر ان کا مالک ایک ہی ہے۔ اسی طرح اگر مخلوقات میں تفرقہ ہو۔ تو خالق اور مالک کے ایک ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ پھر دیکھو ایک ہی درخت ہے اس میں مختلف چیزیں ہیں۔ پتے ہیں۔ پھول ہیں۔ پھل ہیں۔ شاخیں ہیں۔ ڈالیاں ہیں۔ لکڑی ہے۔ لیکن باوجود ان تفرقوں کے وہ درخت ایک ہی ہے۔

اعتراض چہارم۔ جو لوگ خدا کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ بھی گناہ کرتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے لوگ جو خدا کے وجود کے منکر ہیں۔ وہ نسبتاً بہت سے ایسے لوگوں کے جو خدا کی ہستی کے قائل ہیں۔ زیادہ نیک ہیں۔ اگر خدا ہے۔ تو اس کے قائل کیوں گناہ سے نہیں بچتے۔

جواب اول۔ اگر نافرمانی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ خدا نہیں ہے۔ تو یہ تو ایسی بات ہوئی۔ جیسے کوئی شخص کہے کہ چونکہ ہندوستان میں بہت سے لوگ چوری کرتے اور ڈاکے ڈالتے ہیں۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ ہندوستان میں کوئی حاکم نہیں ہے۔ یا یہ کہ چوری کرنے والے لوگوں کے نزدیک ہند میں کوئی حاکم نہیں۔ حالانکہ یہ بات بالبداہت غلط ہے۔ دنیا میں چوری کرنے والے چوری کرتے ہیں۔ اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ فلاں شخص ہمارا حاکم ہے۔ اور فلاں شخص اس ملک کا بادشاہ ہے۔ لیکن پھر حرص و طمع کی وجہ سے وہ چوری کرتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے لوگ گناہ کرتے ہیں۔ تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ خدا کی ہستی نہیں۔

جواب دوم:۔ یہ کہنا کہ خدا پر ایمان لاکر لوگ گناہ کرتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ منہ سے کہنا۔ کہ ہم خدا کو مانتے ہیں۔ یہ اور بات ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ واقعہ میں ان کے دل میں بھی ایمان ہے۔ اس لئے اگر ایسا شخص جو منہ سے کہتا ہے۔ کہ میں خدا کو مانتا ہوں۔ اور پھر وہ صریحاً نافرمانی کرتا ہے۔ تو واقعہ میں اس کے دل میں حقیقی اور کامل ایمان نہیں۔ بلکہ اس کے ایمان میں ضعف ہے۔

جواب سوم۔ یہ کہنا کہ بہت سے دہریہ نیک ہیں حالانکہ وہ خدا کو نہیں مانتے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ خدا کوئی نہیں ایک بالکل غلط استدلال ہے۔ کیونکہ جس طرح ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے الہام نازل کرتا ہے۔ اسی طرح ہمارا مذہب ہے۔ کہ اس نے بندوں کی فطرت میں ایک حد تک نیکی کا وجود رکھا ہے۔ سو جو دہریئے نیکی کا کام کرتے ہیں۔ وہ بھی خدا ہی کے فضل سے۔ کیونکہ نیکی کا تخم ان کی فطرت میں اس نے اپنے ہاتھ سے بویا۔

جواب چہارم۔ یہ کہنا کہ دہریئے بھی نیک ہوتے ہیں۔ ایک غلط بات ہے۔ کیونکہ نیکی کہتے ہیں۔ بادشاہ ملک اور حاکم وقت کے قوانین پر چلنے کو۔ تو جو شخص سرے سے متقنن اور بادشاہ کا ہی منکر اور اس سے باغی ہو۔ وہ کس طرح نیک کہلا سکتا ہے۔ اور اسے کس طرح قوانین پر چلنے والا کہیں گے۔ کیا ایک ہندوستانی جو وائسرائے اور حضور ملک معظم کو تسلیم نہ کرے۔ اور ان سے باغی ہو۔ اس کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں؟ کہ یہ قوانین مروجہ اور قواعد سلطنت کا بڑا فرمانبردار ہے۔ ہرگز نہیں۔

اسی طرح جو شخص خالق و رازق ہی سے باغی ہو۔ وہ بظاہر ہزار نیک کام کرے۔ کبھی نیک کہلانے کا مستحق نہیں۔ (باقی دارد) (میر محمد اسحاق)

دیانندی مشن

قدامت روح و مادہ

(۳)

ابھی تک ہم نے صرف اتنا ثابت کیا ہے۔ کہ آریہ حضرات کے پاس قدامت روح و مادہ کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ اب ہم دلائل پیش کرتے ہیں۔ جن سے ثابت کیا جائیگا۔ کہ روح و مادہ کو خدا پیدا کر سکتا ہے۔ اور کہ روح و مادہ واقعی حادث ہیں۔ قدیم نہیں۔

دلیل اول۔ دہریوں کو بعض اوقات ہم خدا کو ماننے والے کے لئے یہ دلیل دیا کرتے ہیں۔ کہ ہمارے تمام علوم ناقص ہیں۔ کوئی بھی کامل نہیں۔ دنیا میں جیسے فلاسفر لوگ اور سائنسدان لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ پیچھے آنے والے فلاسفروں نے پہلے فلاسفروں کے خیالات کی تردید برابر کی ہے۔ اور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس وقت بھی دنیا کے بڑے سے بڑے فلاسفر اور سائنسدان جو کچھ ہمیں سکھلا رہے ہیں۔ وہ ممکن ہے کہ کل غلط ثابت ہو جاویں۔ جیسے کہ پہلوں کی تعلیم اس وقت غلط ثابت ہو چکی ہے۔ لہذا ہماری اس وقت کی معلومات ضروری نہیں۔ کہ صحیح ہوں۔ پس ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے۔ کہ فلاں خیال ضرور صحیح ہی ہے۔ یا بالکل غلط ہے۔ اسی طرح خدا کے متعلق بھی ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ ہے یا کہ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ وہ نہ ہو۔ تاہم ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم مانیں۔ کہ وہ ہے۔ کیونکہ اگر وہ ہوا۔ اور ہم اس دنیا میں اس کا انکار کرتے رہے۔ تو وہ ضرور ہم سے ناراض ہوگا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور ممکن ہے۔ کہ سخت سزا دے۔ اور اگر وہ نہ ہوا۔ اور ہم اس دنیا میں مانتے رہے۔ کہ وہ ہے۔ تو کچھ حرج نہیں کیونکہ جب خدا ہوگا ہی نہیں۔ تو ہمیں غلط عقیدہ رکھنے کی وجہ سے کوئی سزا دینے والا ہی نہ ہوگا۔ لہذا عقلمندی اسی میں ہے۔ کہ ہم خدا کی ہستی کے قائل ضرور رہیں۔ اسی طرح ہم اپنے آریہ دوستوں کو کہتے ہیں۔ کہ ممکن ہے۔ کہ خدا روح و مادہ پیدا کر سکتا ہو۔ (جیسا کہ ہم مسلمانوں کا خیال ہے۔) یا ممکن ہے۔ کہ وہ روح و مادہ کو پیدا نہ کر سکتا ہو (جیسا کہ آپ صاحبان کا عقیدہ ہے) اب اگر واقعی کر سکتا ہے۔ اور ہم یہاں پر یہ عقیدہ رکھیں۔ کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ تو یہ خدا کی ہتک ہوگی۔ اس لئے وہ ہم سے ضرور ناراض ہوگا۔ کیونکہ کسی کی قابلیت کا اعتراف نہ کرنا اسکی بے حرمتی کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر ہم اس دنیا میں مانتے رہے۔ کہ خدا روح و مادہ کو پیدا کر سکتا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں وہ نہیں کر سکتا۔ تو یہ زیادہ سے زیادہ ہماری غلطی مانی جاویگی اور اس میں خدا کی کسر شان نہ ہوگی۔ اس لئے وہ ہم سے ناراض نہیں ہو سکتا۔ اب ہماری عقلمندی اور بہتری اسی میں ہے۔ کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں۔ کہ خدا روح و مادہ کو پیدا کر سکتا ہے۔

دلیل دوئم۔ ہم اور آریہ حضرات دونوں اس اصول کو مانتے ہیں۔ کہ جو شے محدود ہوتی ہے۔ اسکی طاقتیں بھی محدود ہوا کرتی ہیں۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ جو شے محدود نہیں (یعنے لامحدود ہے) اسکی طاقتیں بھی محدود نہیں ہوتیں (یعنی لامحدود ہوتی ہیں) پس ثابت ہوا۔ کہ خدا جو اپنی ذات میں لامحدود ہے۔ ضرور لامحدود طاقتیں رکھتا ہے۔ اب جبکہ یہ ثابت ہوگیا۔ کہ خدا کی طاقتیں لامحدود ہیں۔ تو ہم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ فلاں بات نہیں کر سکتا۔ کیونکہ نہ کر سکنا کہہ کر ہم ہمیشہ طاقت پر حد لگایا کرتے ہیں۔ مثلاً جب ہم کسی شخص کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک من وزن اٹھا سکتا ہے۔ دو من بھی اٹھا سکتا ہے۔ تین من بھی اٹھا سکتا ہے۔ تو ہم اسکی طاقت پر حد نہیں لگاتے۔ لیکن جب کہتے ہیں۔ کہ وہ چار من وزن نہیں اٹھا سکتا۔ تو ہم اسکی طاقت پر حد لگا دیتے ہیں۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ جو وزن اٹھا سکتا ہے۔ وہ چار من سے کم وزن ہوتا ہے۔ لیکن چار من پر آکر اسکی طاقت رہ جاتی ہے۔ اور وہ اس وزن کو نہیں اٹھا سکتا۔ الغرض "نہ کر سکنا" کہکر ہمیشہ حد لگائی جایا کرتی ہے۔ پس خدا کو لامحدود طاقتوں والا مان کر ہم یہ کسی طرح نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ فلاں بات نہیں کر سکتا۔ اس لئے آریہ حضرات خدا کو لامحدود مان کر یہ کسی طرح نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ روح و مادہ کو پیدا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کہیں۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ خدا کی طاقتیں محدود ہیں۔ اور کہ وہ اپنی ذات میں بھی محدود ہے۔ یہ اس لئے کہ ہمارا مانا ہوا اصول ہمیں یہ بتلاتا ہے۔ کہ جو ہستی محدود ہوتی ہے۔ اس کی طاقتیں محدود ہوا کرتی ہیں۔ پس جبکہ ہم نے مان لیا۔ کہ خدا کی طاقتیں محدود ہیں۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ وہ خود بھی محدود ہے۔ لہذا خدا کے متعلق یہ عقیدہ رکھکر کہ وہ روح و مادہ کو پیدا نہیں کر سکتا۔ ہمیں خدا کو محدود ماننا پڑیگا۔ اور جو ہستی محدود ہوا کرتی ہے۔ وہ ہمیشہ ناقص ہوا کرتی ہے۔ اس لئے ہمیں خدا کو ناقص بھی ماننا پڑے گا۔ اب یا تو آریہ دوست خدا کو محدود اور ناقص مانیں تب وہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ خدا روح و مادہ کو پیدا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر وہ خدا کو لامحدود اور کامل مانتے ہیں۔ تب وہ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ روح و مادہ کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اور یا یہ کہ وہ روح و مادہ کو پیدا کر سکتا ہے۔

جب ہم آریہ حضرات کے سامنے یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ تو وہ اسکو تو کاٹ نہیں سکتے۔ لیکن پھر بھی اپنے خیالات کو صحیح ثابت کرنے کیلئے ادھر ادھر ہاتھ مارتے ہیں۔ کہ کسی طرح ان کا یہ عقیدہ صحیح ثابت ہو جائے۔ اور کہ انہیں خفت نہ اٹھانی پڑے۔ حالانکہ ان کا پہلا فرض یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ وہ ایسی بات یا ایسی راہ اختیار کریں۔ جس سے خدا کی عظمت پر کسی قسم کا حرف نہ آسکے۔ لیکن افسوس وہ اپنی خفت کا زیادہ خیال کرتے ہیں۔ خواہ اس خفت سے بچنے کی کوشش کرتے کرتے خدا ناقص ثابت ہو جائے۔

دراصل آریہ حضرات کا یہ خیال ہے۔ کہ تمام وہ باتیں جو ہمارے لئے ناممکن ہیں۔ وہ خدا کے لئے بھی ناممکن ہیں (کیونکہ انسان ان باتوں کو نہیں کر سکتا) سوائے ان چند باتوں کے جنہیں مانے بغیر چارہ ہی نہیں۔ مثلاً بغیر والدین کے جوان مردوں اور عورتوں کا پیدا کرنا۔ اور یہ بھی اس لئے کہ اگر وہ ان باتوں کو بھی خدا کے لئے ناممکن مان لیتے۔ تو وہ آغاز پیدائش انسان و دیگر حیوانات و نباتات وغیرہ کو بیان نہ کر سکتے۔ کہ کیونکر ان سب کی پیدائش ہوئی۔ پس مجبوراً انہیں بعض ایسی باتیں خدا کے لئے ممکن ماننی پڑی ہیں۔ جو کہ ہمارے لئے ناممکن ہیں۔ اگر مسئلہ ارتقاء یا ڈارون تھیوری کا انہیں پہلے علم ہو جاتا۔ تو وہ ضرور ان باتوں کو بھی خدا کے لئے ناممکن کہہ دیتے۔ تعجب ہے۔ کہ خود محدود العقل ہو کر وہ کس طرح لامحدود عقل کے احاطہ کرنے کا دعویٰ کر دیتے ہیں۔ اور دعویٰ سے کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم نے خدا کی لامحدود عقل اور لامحدود طاقتوں کا اندازہ کر لیا ہے۔ کہ اس میں فلاں بات کے کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ کیا صرف اس لئے کہ وہ اس بات کو اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتے نہیں دیکھتے۔ یا اس لئے کہ وہ بات ان کے اپنے لئے ناممکن ہے۔ اگر یہ دونوں وجوہات نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ خود بعض ایسی باتیں خدا کے لئے ممکن مانتے ہیں۔ جو نہ تو ان کے سامنے ہی کبھی ہوتی ہیں۔ اور جن کو وہ اپنے لئے ناممکن بھی مانتے ہیں۔ تو ہمیں کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ کہ کیوں وہ خدا کے متعلق یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ فلاں بات نہیں کر سکتا۔

ایک زمانہ تھا۔ کہ جب بہت سی باتیں انسان کے لئے ناممکن خیال کی جایا کرتی تھیں۔ لیکن اس وقت وہ نہ صرف ممکن ہو گئی ہیں۔ بلکہ حقیقی طور پر وجود میں آگئی ہیں۔ مثلاً ایک وقت تھا۔ کہ آگ۔ پانی۔ ہوا اور مٹی کو مفرد مانا جاتا تھا۔ اور لوگ سمجھتے تھے۔ کہ یہ بالکل ناممکن ہے۔ کہ ان چاروں میں سے کسی ایک کو تقسیم کر کے ایک سے زائد مفردات نکالے جا سکیں۔ لیکن ہم اس وقت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پانی کو دو گیسوں کا مرکب ثابت کر سکتے ہیں۔ اور پانی کی ایک مقدار کو لے کر اس میں سے آکسیجن اور ہائیڈروجن نکال کر دکھا سکتے ہیں۔ اسی طرح آگ کو ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ یہ مختلف جلنے کے قابل چیزوں کے آکسیجن گیس کے ساتھ ملنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح ہوا میں دونوں بڑی مقدار کی گیسوں اور بہت سی تھوڑی تھوڑی مقدار کی گیسوں کا ہونا ثابت کر سکتے ہیں۔ اور مٹی کو مختلف قسم کے مرکبات اور مفردات کا مجموعہ ثابت کر سکتے ہیں۔ اسی طرح پچھلے بیس سال تک دنیا کے تمام کے تمام سائنسدان ہمیں بڑے وثوق کے ساتھ بتلایا کرتے تھے۔ کہ ایک قسم کے مفرد کو دوسرے قسم کے مفرد میں تبدیل کرنا ناممکن ہے۔ لیکن اس وقت بعض مفردات کو دوسری قسم کے مفردات میں تبدیل کر کے سائنسدانوں نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ جسے ہم پہلے ناممکن خیال کیا کرتے تھے۔ وہ اب ممکن ہو گیا ہے۔ اور کہ تانبے یا پیتل وغیرہ سے سونے کا بنایا جانا ممکن ہے۔ اب دیکھئے۔ کہ جن باتوں کو انسان ایک زمانہ میں اپنے لئے ناممکن خیال کرتا تھا۔ وہ آج اس کے لئے ممکن ہو گئی ہیں۔

اسی طرح ممکن ہے۔ کہ جن باتوں کو ہم آج اپنے لئے ناممکن خیال کر رہے ہیں۔ ان میں سے بعض مستقبل قریب یا بعید میں ہمارے لئے ممکن ہو جاویں۔ لہذا سوائے خدا کی مخصوص طاقتوں کے ہم میں ممکن ہے۔ کہ ایسی طاقتیں پیدا ہو جاویں۔ جن کے ذریعہ ہم وہ تمام باتیں کر سکیں جنہیں ہم اس وقت اپنے لئے ناممکن خیال کر رہے ہیں۔ جس طرح کہ آج ہم میں پانی کو آکسیجن اور ہائیڈروجن میں تقسیم کرنے کی طاقت پیدا ہو گئی ہے۔ یا ایک قسم کے مفرد کو دوسری قسم کے مفرد میں بدل دینے کی طاقت پیدا ہو گئی ہے۔ اب جبکہ ہم اپنے لئے نہیں کہہ سکتے۔ کہ فلاں بات ہمارے لئے ضرور ہی ناممکن ہے۔ تو خدا کے لئے کیسے کہہ سکتے ہیں۔ جیسے جیسے انسان کا علم ترقی کرتا جا رہا ہے۔ اور اسکی عقل بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سی ناممکن باتیں ممکن ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

پندرہ بیس سال پہلے ہی کی بات ہے۔ کہ دنیا بھر کے سائنسدان بڑی تحدی کے ساتھ کہا کرتے تھے۔ کہ یہ بالکل ناممکن ہے۔ کہ ایک قسم کے مفرد کو دوسری قسم کے مفرد میں تبدیل کیا جا سکے۔ لیکن آج وہ اسے ممکن مانتے ہیں۔ اور بعض مفردات کو تو دوسری قسم کے مفردات میں تبدیل بھی کر چکے ہیں۔ اسی طرح دنیا بھر کے سائنسدان بڑی تحدی سے ہمیں سکھلایا کرتے تھے۔ کہ مادہ کا فنا ہونا بالکل ناممکن ہے۔ لیکن اس وقت دنیا کے بڑے بڑے سائنسدانوں کی یہ رائے ہے۔ کہ مادہ فنا ہو سکتا ہے۔ اور کہ اس کے فنا ہونے کے بعد صرف طاقت باقی رہ جاتی ہے۔ اگرچہ ان میں سے بعض ابھی شک کی حالت میں ہیں۔ لیکن سائنسدانوں کی ایک بڑی کثرت کی رائے یہی ہے۔ جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ بہت ممکن ہے۔ کہ ان کی یہ رائے درست ثابت ہو جائے۔ اور یہ لوگ ہمیں مادہ کو فنا کر کے دکھا دیں۔ پھر یہ بھی ممکن ہے۔ کہ جو طاقت کہ باقی رہ جاتی ہے۔ وہ بھی فنا ہو جاوے۔ لہذا جب انسان کے لئے یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ وہ مادہ کو فنا کر سکے۔ تو خدا کے لئے اسے کس طرح ممکن نہیں مانا جا سکتا۔ پھر جس طرح اس کا فنا ہونا ممکن ہے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے۔ کہ یہ پیدا بھی کیا جا سکے۔ کوئی وجہ نہیں۔ کہ جب ایک مفرد سے دوسرا مفرد بنایا جا سکتا ہے۔ اور پہلی تمام تھیوریوں کو ترک کر کے مادہ کے متعلق ایک نئی تھیوری گھڑی جا سکتی ہے۔ تو کیوں صرف طاقت کی ہی تھیوری کو تسلیم کر کے مادہ کے فنا ہو سکنے کو نہ تسلیم کر لیا جاوے۔

پس جبکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ علم کی زیادتی سے بہت ناممکن باتیں ممکن ہو سکتی ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو خدا کے لئے جس کا علم لامحدود ہے۔ تو سب کچھ ممکن مانا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ دراصل علم کی کمی یا زیادتی ہی ہے۔ جو ایک بات کو زید کے لئے تو ممکن کر دیتی ہے۔ کیونکہ اس کا علم زیادہ ہے۔ اور اسی بات کو بکر کے لئے جو کم علم رکھتا ہے: ناممکن کر دیتی ہے۔ علم نہ رکھنے کی وجہ سے حیوانات کے لئے وہ تمام باتیں ناممکن ہو جاتی ہیں۔ جو عقل سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جن کو ہم عقل رکھنے والے اپنے لئے ممکن جانتے ہیں۔ اسی طرح ایک بچہ کے لئے بھی (بوجہ کم علمی) تمام وہ باتیں ناممکن ہوتی ہیں۔ جو کہ پختہ عقل والوں کے لئے ممکن ہوتی ہیں۔ اور عالموں فاضلوں میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ کہ وہ جو زیادہ علم رکھتے ہیں۔ وہ سب ایسی باتیں کر سکتے ہیں۔ جو نسبتاً کم علم والے نہیں کر سکتے۔

الغرض کہ یہ ہم سب کا مشاہدہ ہے۔ کہ جتنا زیادہ کسی کا علم ہوتا ہے۔ اتنے ہی زیادہ کام اس کے لئے ممکن ہوتے ہیں۔ اب اگر کسی کا علم لامحدود ہو۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ اس کے لئے لامحدود باتیں ہی ممکن ہونگی۔ کسی بات کو ہم اس کے لئے ناممکن نہیں کہہ سکتے۔ لہذا خدا کے متعلق جس کا علم لامحدود ہے۔ ماننا پڑیگا۔ کہ سب کچھ اس کے لئے ممکن ہے۔ جب بھی مذکورہ بالا دلائل آریہ حضرات کے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔ تو ہمیشہ دیکھا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو ان دلائل کو کاٹنے سے قاصر پا کر ہمارے پیشکردہ دلائل کو تو ہاتھ ہی نہیں لگاتے۔ اور بالکل ٹال جاتے ہیں۔ اور بحث کو ایک عجیب رنگ میں شروع کر دیتے ہیں۔ وہ یہ کہ بعض ان باتوں کو جو کہ انسان کے لئے ناممکن ہیں۔ اور جن کو وہ مانتے ہیں۔ کہ خدا کے لئے بھی ناممکن ہیں۔ ہمارے سامنے پیش کر کے دریافت کیا کرتے ہیں۔ کہ آیا خدا ان باتوں کو کر سکتا ہے۔ اگر کر سکتا ہے۔ تو بتاؤ۔ کہ کس طرح وہ ان کو کرتا ہے۔ سخت افسوس ہے۔ کہ آریہ دوست اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ بعض باتیں بعضوں کے لئے ممکن ہوتی ہیں۔ اور دوسروں کے لئے ناممکن۔ اب یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ وہ جن کے لئے ایک بات ناممکن ہے۔ یہ تو جانتے ہوں۔ کہ یہ بات فلاں شخص کے لئے ممکن ہے۔ لیکن یہ نہ بتا سکتے ہوں۔ کہ وہ اس کام کو

نوٹ۔ واضح ہو۔ کہ پروفیسر اے میٹی آف چارلاٹن برگ ۱۹۲۴ء میں پارہ سے سونا بنانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کس طرح کرتا ہے۔ مثلاً ہم سب جانتے ہیں۔ کہ ایک طبیب کے لئے تو یہ ممکن ہے۔ کہ مریض کی نبض دیکھ کر وہ مرض کا پتہ لگالے۔ جو ہمارے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ ہم طبیب کی طرح پتہ نہیں لگا سکتے۔ تاہم ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہاں طبیب پتہ لگا لیتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ہمیں کہے۔ کہ بتاؤ۔ طبیب کس طرح پتہ لگا لیا کرتا ہے۔ اور ہم اسے نہ بتا سکیں۔ تو کیا اس سے ثابت ہو جائیگا۔ کہ واقعی طبیب مرض کا پتہ نہیں لگا سکتا۔ اسی طرح جس بات کو ہم اپنے لئے تو ناممکن لیکن خدا کے لئے ممکن مانتے ہیں۔ اگر ہم اس کے متعلق نہ بتا سکیں۔ کہ خدا اسے کس طرح کرتا ہے۔ تو ہمارے نہ بتا سکنے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ بات خدا کے لئے ناممکن ہے۔

آریہ حضرات خود بعض ایسی باتوں کے قائل ہیں۔ جن کو وہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے لئے تو ناممکن ہیں۔ لیکن خدا کے لئے ممکن ہیں۔ مثلاً بغیر والدین جوان مردوں اور عورتوں کا پیدا کرنا ہمارے لئے تو ناممکن ہے۔ لیکن خدا کے لئے ممکن ہے۔ اب اگر کوئی ان سے پوچھے۔ کہ بتاؤ۔ خدا کس طرح یہ کام کر لیا کرتا ہے۔ اور وہ نہ بتا سکیں۔ تو کیا اس سے ثابت ہو جاویگا۔ کہ خدا یہ کام کر ہی نہیں سکتا۔ اگر یہ ثابت نہیں ہوتا۔ تو کیوں ہمارے کسی بات کے نہ بتا سکنے سے کہ خدا اسے کس طرح کرتا ہے۔ یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ کہ خدا اس کام کو کر ہی نہیں سکتا۔ پس جب آریہ حضرات خود نہیں بتا سکتے۔ کہ کس طرح بغیر ماں باپ کے بغیر نو ماہ تک ماں کے رحم میں پرورش پانے کے۔ اور اسکی چھاتیوں سے دودھ پینے کے جوان مرد اور عورتیں پیدا ہو سکتی

نوٹ:۔ بعض اوقات آریہ دوست کہا کرتے ہیں۔ کہ خدا نے اول مردانہ اور زنانہ ویرج (منی) پیدا کئے۔ پھر ان سے جوان مردوں اور عورتوں کو پیدا کر دیا۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ بغیر مرد اور عورت کے مردانہ اور زنانہ ویرج کو کس طرح پیدا کیا۔ کیا کوئی آریہ دوست ایسا کر سکتا ہے؟

ہیں۔ تو انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا۔ کہ وہ ہم سے اس قسم کے سوال کریں۔ کہ بتاؤ۔ خدا فلاں کام کس طرح کر لیتا ہے۔ ہمارے لئے صرف اتنا جاننا ضروری ہے۔ کہ خدا سب کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں۔ کہ بتا سکیں۔ کہ وہ ان سب باتوں کو کس طرح کرتا ہے۔ کیونکہ اگر ہم یہ جانتے۔ کہ خدا اپنے تمام کام اس طریق پر کر لیا کرتا ہے۔ تو ہم خود ہی وہ باتیں کر سکتے۔ اور انہیں اپنے لئے ناممکن نہ بناتے۔ اگر ہم سے یہ دریافت کیا جائے۔ کہ ہمیں کس طرح اس بات کا علم ہے۔ کہ خدا سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو ہم یہ جواب دیں گے۔ کہ چونکہ خدا لامحدود ہے اس لئے اسکی تمام طاقتیں اور علم بھی لامحدود ہے۔ اب جبکہ یہ معلوم ہو گیا۔ کہ اسکی طاقتیں اور علم لامحدود ہیں۔ تو ہم اس کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ فلاں بات نہیں کر سکتا۔ ہمیں اس کے لئے سب باتوں کو ممکن ہی ماننا پڑے گا۔ (باقی دارد)

پیغامی مشن

مسیح موعود نبی اللہ

(۳)

(بسلسلہ فاروق مورخہ ۲۱ فروری ۳۷ء)

(۲۴) "تبدیلی طریق سے نقص شے لازم نہیں آتی"۔ (جہاد اور نبوت)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال"

اور فرمایا:۔

"مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا"۔ (اربعین ۴ صـ۱۳)

الغرض ہر ایک جگہ نہیں بلکہ ہزاروں جگہ مسیح موعودؑ نے قتل و جہاد کو حرام اور قطعی حرام کیا ہے۔ لیکن کیا مسیح موعودؑ کا ایسا کرنا قرآن شریف کے اس حکم کو یعنی کتب علیکم القتال منسوخ کرتا ہے؟ نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود اسکی بابت یہ فرماتے ہیں:۔

"یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلعم کے بالکل مسدود ہے۔ اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں۔ جو نئے احکام سکھائے۔ یا قرآن شریف کو منسوخ کرے۔ یا اسکی پیروی معطل کرے۔ بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے"۔ (الوصیۃ صـ۱۲)

پس ایک طرف قرآن شریف میں کتب علیکم القتال کا صریح حکم موجود ہے۔ اور دوسری طرف مسیح موعودؑ قتل اور جہاد کو قطعاً حرام قرار دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی فرماتے ہیں۔ کہ قرآن شریف کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا تو اس کے کیا معنے ہیں؟ یہی کہ جہاد فی نفسہٖ بند نہیں۔ بلکہ ایک طریق بند ہے۔ جو تلوار کا طریق ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔

"مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی کام نہیں"۔ (اشتہار منارۃ المسیح (ذ)).

پس جہاد کا قطعی بند ہونا ایک طرف آیت قرآن شریف کا صریح حکم کتب علیکم القتال دوسری طرف ہمیں اس بات کے ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ کہ جب تک کسی چیز کی کیفیت و کمیت میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ خواہ اس کو کسی طریق سے حاصل کیا جائے۔ اس چیز کا تحقق و وجود قائم رہتا ہے۔ کیونکہ باوجود جہاد اور قتل کے قطعی بند ہونے کے حضرت نبی کریم صلعم نے مسیح موعود کے لئے قتل خنزیر کے الفاظ بول کر بتا دیا۔ کہ جہاد اور قتل کے الفاظ اس پر پھر بھی متحقق ہو سکتے ہیں۔ جو بغیر تلوار محض قلم اور دعاؤں کے طریق سے کیا جاوے۔

پس یہاں سے ایک زبردست مسئلہ استنباط ہوتا ہے وہ یہ کہ "جب تک کسی چیز کی کیفیت و کمیت و ذات میں کوئی فرق واقع نہ ہو"۔ محض تبدیلی طریق سے اس میں کوئی نقص یا رخنہ نہیں پڑ سکتا"۔ اور یہی وہ مسئلہ ہے۔ جو ہمارے لئے از حد مفید ہے۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ نبی کے لئے براہ راست ہونا شرط نہیں۔ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوسری طرف یہ بھی ثابت ہے۔ کہ تبدیلی طریق سے بذاتہٖ نقص شے لازم نہیں آتا۔ تو پھر کسی کا ظلی طور سے نبی ہونا کیونکر نفس نبوت میں فرق ڈال سکتا ہے۔ اور اگر یہ مانا جاوے۔ کہ تبدیلی طریق سے نقص شے لازم آتا ہے۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا۔ کہ یا تو نعوذ باللہ من ذٰلک قرآن کا یہ حکم منسوخ ہے۔ وکتب علیکم القتال۔ یا حضرت مسیح موعود کا جہاد اور قتل کو حرام کرنا نعوذ باللہ بیہودہ اور لغو امر ہے۔ اور نیز قتل خنزیر والی پیشگوئی بھی متحقق نہیں۔ کیونکہ وہ مروجہ طریق قتل یعنی تلوار کے ذریعہ ظہور میں نہیں آئی۔ مگر دونوں باتوں کو حق تسلیم کرتے ہوئے اس امر کے ماننے سے چارہ نہیں۔ کہ تبدیلی طریق سے ذات شے میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ پس مسئلہ جہاد بھی ایک زبردست دلیل مسیح موعود کے واقعی نبی اللہ ہونے پر ہے۔ اور اس بات پر صریح طور سے دلالت کرتا ہے۔ کہ مسیح موعود کا ظلی طور سے مقامِ نبوت حاصل کرنا اس امر کی دلیل نہیں۔ کہ نعوذ باللہ من ذالک وہ نبی نہ تھے۔

(۲۵) مستقل نبی اور ظلی نبی میں فرق

(از مسیح موعودؑ)

"جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے۔ بالضرورت اس پر مطابق آیت فلا یظہر علیٰ غیبہٖ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ ایسا ہی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائیگا۔ اسی کو ہم رسول کہیں گے۔ فرق درمیان یہ ہے۔ کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں۔ جس پر جدید شریعت نازل ہو۔ یا جس کو بغیر توسط آنجناب اور ایسی فنافی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمد و احمد رکھا جائے۔ یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جاوے۔ و من ادعی فقد کفر"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

پس معلوم ہوا۔ کہ مستقل نبی اور ظلی نبی من حیث النبوت ایک ہی ہیں۔ آپس میں کوئی تفاوت نہیں رکھتے۔ کیا کوئی ہے جو مستقل نبی اور ظلی نبی میں بذاتہٖ کوئی فرق ثابت کردے۔ فرق ہے تو صرف طریق حصول میں نہ کہ ذات نبوت میں۔

(۲۶) ظلی نبی کے معنے

بعض لوگ ظلی نبی کو جزوی نبی یا ناقص نبی کے مترادف خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ ظل کو جزو یا نقص قرار دینا ایک صریح بطلان ہے۔ ہر ایک لفظ کے معنے موقع و محل کی رعایت کو چاہتے ہیں۔ سو ظلی نبی میں لفظ ظلی کے وہی معنے کرنے پڑیں گے۔ جو عکسی قرآن میں لفظ عکسی کے۔ اور جیسے عکسی قرآن میں لفظ عکسی منجملہ صفات اضافیہ کے ایک صفت ہے۔ جو طریق چھپائی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ نہ کہ وجود قرآن کی طرف۔ اسی طرح ظلی نبی میں لفظ ظلی طریق حصول نبوت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ نہ کہ ذات نبوت کی طرف۔ چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام امتی ہوا۔ اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہوگیا۔ پس اس طرح پر دو نام مجھے دیئے گئے"۔ (براہین ص۱۸۹)

پس حضرت مسیح موعود کا اپنے آپ کو ظلی نبی کہنا اس بات کے ہرگز ہرگز مترادف نہیں۔ کہ آپ نعوذ باللہ من ذالک ناقص یا جزوی نبی تھے۔ اور آپ کو مقام نبوت اتم و اکمل طرح سے حاصل نہ تھا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کامل اور مکمل نبی تھے۔ اور نبوت کی تمام صفات ذاتیہ آپ میں کامل طور پر متحقق تھیں۔ اس لئے من حیث النبوت آپ نبی بلکہ بعض انبیاء سے افضل نبی تھے۔ اور جیسے عکسی قرآن بوجہ عکسی ہونے کے پھر بھی قرآن ہی ہے۔ اور اس کے قرآن ہونے میں کوئی نقص نہیں آیا۔ ایسا ہی ظلی نبی باوجود ظلی ہونے کے پھر بھی نبی ہی ہے۔ اور زمرۂ انبیاء میں شامل ہے۔ کیونکہ صفات ذاتیہ کا متحقق ہونا نبی کے لئے لازمی ہے۔ نہ کہ صفات اضافیہ کا۔ اور صفات اضافیہ میں ایک نبی دوسرے نبی سے کئی حالات میں مختلف ہوتا ہے۔ اسی لئے صفات ذاتیہ کے اعتبار سے تو لانفرق بین احد من رسلہٖ کا ارشاد ہے۔ لیکن صفات اضافیہ کے لحاظ سے فضلنا بعضہم علیٰ بعض بھی وارد ہے۔ پس صفات اضافیہ کے رو سے انبیاء علیہم السلام کا یکساں ہونا بالکل ناممکن و محال ہے۔

(۲۷) حضرت مسیح موعود کے ظلی نبی ہونے کی حقیقت

(از مسیح موعودؑ)

"اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمدؐ و احمدؐ اور مصطفیٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا۔ اور نہ خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء کا مجھکو خطاب دیا جاتا۔ بلکہ میں کسی علیحدہ نام سے آتا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہر ایک بات میں وجود محمدی میں مجھے داخل کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ بھی نہ چاہا۔ کہ یہ کہا جاوے۔ کہ میرا کوئی الگ نام ہو۔ یا کوئی الگ قبر ہو۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے الگ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ایسا کیوں کیا گیا۔ اس میں راز یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ جانتا تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس نے خاتم الانبیاء ٹھہرایا ہے۔ اور پھر دونوں سلسلوں کا تقابل پورا کرنے کے لئے ضرور تھا۔ کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت کے ساتھ آوے۔ تا اس نبوت عالیہ کی کسر شان نہ ہو۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میرے وجود کو ایک کامل ظلیت کے ساتھ پیدا کیا۔ اور ظلی طور پر نبوت محمدی اس میں رکھدی۔ تا ایک معنی سے مجھ پر نبی اللہ کا لفظ صادق آوے۔ اور دوسرے معنوں سے ختم نبوت محفوظ رہے"۔ (نزول المسیح ص۳ ر۴)

(۲۸) آنحضرت صلعم کی خصوصیت اور مسیح موعود کی نبوت

(از مسیح موعودؑ)

"پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا۔ وہ کسی گذشتہ نبی کی امت نہیں کہلا سکتا تھا۔ گو اس کے دین کی نصرت کرتا تھا۔ اور اسکو سچا جانتا تھا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے۔ کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں۔ کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں۔ اور نہ ہی کوئی ایسا نبی ہے۔ جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ وہ "نبی امتی کہلاتا ہے۔ نہ کوئی مستقل نبی"۔ (چشمہ معرفت ص۵)

پس اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح موعود کا امتی نبی ہونا آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کی وجہ سے ہے۔ نہ کہ آپ کے یعنی مسیح موعود کی نبوت میں کسی نقص کی وجہ سے۔ پس مسیح موعود کے امتی ہونے سے بذاتہٖ نبوت میں کوئی فرق یا رخنہ نہیں پڑا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲۹) امتی نبی اور نبی امتی

اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایک امتی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال فیضان کی وجہ سے نبی ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک نبی جو پہلے براہ راست ہی مقام نبوت حاصل کر چکا ہے۔ وہ پھر کبھی امتی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ہمارا نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے۔ کہ اسکی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے۔ اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے۔" (براہین صفحہ ۱۸۴)

لیکن کوئی نبی جو پہلے سے نبی قرار پا چکا ہے۔ وہ کبھی امتی نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ مسیح موعود نے فرمایا:۔

"کوئی مستقل نبی امتی نہیں ہو سکتا" صفحہ ۱۸۸ حاشیہ

کیونکہ

"امتی اسکو کہتے ہیں۔ کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہے۔ اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اسکو ایمان اور کمال نصیب ہو۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ایسا خیال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کرنا کفر ہے۔ کیونکہ گو وہ اپنے درجہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کیسے ہی کم ہوں۔ مگر نہیں کہہ سکتے۔ کہ جب تک دوبارہ دنیا میں آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل نہ ہوں تب تک نعوذ باللہ وہ گمراہ اور بے دین ہیں۔ یا وہ ناقص ہیں۔ اور ان کی معرفت ناتمام ہے۔" صفحہ ۱۹۲

پس خلاصہ مطلب یہ ہے کہ

"کوئی مستقل نبی امتی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ وہ ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی تعلیم سے نبی نہ بنے تھے۔ تا وہ امتی کہلاتے"۔ صفحہ ۱۹۲۔

لیکن ایک امتی نبی کہلا سکتا ہے۔ اگر وہ نفس نبی سے کامل طور سے مستفیض ہے۔

(۳۰) امتی نبی اور نبی امتی میں ایک بین فرق ہے

ایک امتی کا نبی ہونا اپنے اندر تین فوائد رکھتا ہے لیکن اگر حضرت عیسیٰ امتی ہو جائیں۔ تو اس میں تین خطرناک نقائص پیدا ہوں گے۔

(اول) اس سے آنحضرت صلعم کا قوت قدسیہ اور کمال فیضان کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(اول) حضرت عیسیٰؑ پر نعوذ باللہ گمراہ و بیدین اور ناقص اور ناتمام ہونے کا الزام عائد ہوگا۔ یا کم از کم کسی گناہ کا ثابت ہونا لازم آئیگا۔ جسکی سزا میں وہ نبی سے امتی بنائے گئے۔ (براہین صفحہ ۱۳)

(دوم) اس سے ایک پیشگوئی ثابت ہوتی ہے۔ جو احادیث نبویہ اور قرآن شریف میں درج ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲) کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی (براہین ۱۸۹)

(دوم) حضرت نبی کریم کی قوت قدسیہ پر ایک سخت بدنما داغ عائد ہوگا۔ کہ آپ کی قوت قدسیہ و کمال فیضان نے اپنا اثر الٹا ظاہر کیا۔ کہ بجائے ایک امتی کو نبی بنانے کے ایک نبی کو امتی بنا دیا گیا۔ (دیکھو ریویو برچکڑالوی)

(سوم) اس سے مسیح موعود اور مسیح اسرائیلی میں ایک امتیازی بات پیدا ہوتی ہی (براہین احمدیہ ۱۹۲)

(سوم) خدا تعالےٰ کے وعدہ میں تخالف لازم آتا ہے۔ جو فرمایا۔ کہ جبتک مسیح زندہ ہے۔ وہ نبی ہی ہے۔ اور جو ایک دفعہ نبی بن جاوے۔ پھر اس کو لوٹا کر امتی نہیں بنایا جاتا۔ یعنی نبی کبھی معزول نہیں ہو سکتا۔

(۳۱) امتی نبی زمرۂ انبیاء میں شامل ہے

امتی ہونا ایک ایسے نبی کے لئے جو براہ راست پہلے ہی نبی مقرر ہو چکا ہے۔ بلاشک و شبہ باعث نقص نبوت ہے۔ اور نہ کوئی ایسا ہوا۔ اور نہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک شخص جو کہ امتی ہو کر آنحضرت صلعم کی روحانی تعلیم سے نبی بنا ہے۔ اس کے لئے امتی ہونا باعث ذلت و نقص نہیں۔ بلکہ اس کے لئے تو امتی ہونا ایک نہایت ہی مبارک اور عمدہ امر ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اس بدیہی شہادت کے رو سے حضرت عیسےٰ مسیح موعود کیونکر ٹھہر سکتے ہیں۔ پس چونکہ وہ امتی نہیں۔ اس لئے وہ اس قسم کے نبی بھی نہیں ہو سکتے۔ جس کا امتی ہونا ضروری ہے"۔ (براہین صفحہ ۱۹۳)

اس حوالہ سے بوضاحت تام معلوم ہوتا ہے۔ کہ امتی نبی ہونا بھی اقسام انبیاء سے ایک قسم انبیاء کی ہے۔ پس امتی نبی کا زمرہ انبیاء میں شامل ہونا لازم آیا۔ وھو المراد۔

(باقیہ اردو)

اکسیر حیات

امرت بوٹی

امرت بوٹی ہر شخص کے لئے ایک نئی زندگی اور نئی طاقت و کامیابی کا زندہ پیغام ہے۔ بیرسٹروں۔ ججوں۔ وکیلوں۔ طالب علموں۔ کلرکوں کے لئے حیات بخش ہے۔ خلط کار نوجوانوں۔ جریان۔ کثرت احتلام۔ کمی باہ کا تریاق ہے۔ بے زبان عورتوں کی بے قاعدگی۔ ایام ماہواری۔ سفید رطوبت۔ بے اولادی کے لئے اکسیر اعظم ہے۔ تازہ خون پیدا کرنا اور جسم کا وزن بڑھا دینا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ہر موسم میں ہر عمر والے انسان کے لئے کامیاب ہے۔

قیمت ۵ گولی عمدہ۔

منیجر احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر چھاؤنی (پنجاب)

تندرستی

تندرست دانتوں اور مضبوط مسوڑوں پر منحصر ہے

پائیرس ٹوتھ پوڈر ۱

پائیرس دانتوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر وہ جگہ نہ چھوڑ چکے ہوں ان کو اپنی جگہ پر جما دیتا ہے۔ منہ سے بدبو آنے کو روکتا ہے۔ پائیریا کے جراثیم اس سے مر جاتے ہیں۔ سرد گرم پانی اگر دانتوں میں درد کرتا ہو۔ تو اس سے آرام آجاتا ہے۔

پائیرس پوڈر ۲۔ دانتوں کو موتیوں کی طرح چمکا دیتا ہے۔ خوشبودار ہے۔ دانتوں کی میل کو کاٹ کر مضبوط کرتا ہے۔ قیمت ہر دو پوڈر بارہ آنے۔

منیجر احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر چھاؤنی (پنجاب)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عیسائی مشن

کفّارہ

(۲)

نقلی دلائل کی پڑتال

اب ہم توریت اور انجیل کی ورق گردانی کر کے دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اس معاملہ میں ہمارا ساتھ دیتی ہیں۔ یا حضرات عیسائی صاحبان کی پیٹھ بھرتی ہیں۔ لیکن ہم قبل اس کے کہ کوئی عبارت بائبل میں سے نقل کریں۔ دعویٰ کے ساتھ کہے دیتے ہیں۔ کہ ہرگز ایک بھی آیت ایسی نہ ملے گی۔ جو واقعہ میں کفارہ کو ثابت کر سکے۔

اول - خروج $\frac{۳۲}{۳۰ تا ۳۵}$۔

" اور دوسرے دن کو یوں ہوا۔ کہ موسےٰ نے لوگوں سے کہا۔ کہ تم نے بڑا گناہ کیا۔ اور اب میں خداوند کے پاس اوپر جاتا ہوں۔ کہ شاید میں تمہارے گناہ کا کفارہ کروں۔ چنانچہ موسےٰ خداوند پاس پھر گیا۔ اور کہا۔ ہائے۔ ان لوگوں نے بڑا گناہ کیا۔ کہ اپنے لئے سونے کا معبود بنایا۔ اور اب کاش! کہ تو ان کا گناہ معاف کرتا۔ اگر نہیں۔ تو میں تیری منت کرتا ہوں۔ کہ تو مجھے اپنے اس دفتر سے جو تو نے لکھا ہے۔ میٹ دے۔ اور خداوند نے موسےٰ سے کہا۔ کہ جس نے میرا گناہ کیا ہے۔ میں اسی کو اپنے دفتر سے میٹ دوں گا۔ اور اب روانہ ہو کے لوگوں کو جہاں میں نے تجھے کہا۔ لے جا۔ دیکھ میرا فرشتہ تیرے آگے ہے۔ لیکن مطالبہ کے دن میں ان سے ان کی خطا کا مطالبہ کروں گا۔ اور خداوند نے ان کے بچھڑے بنانے کے سبب جسے ہارون نے بنایا تھا۔ مری بھیجی"۔

بنی اسرائیل ایک گناہ کرتے ہیں۔ جس کا علم حضرت موسیٰ کو ہوتا ہے۔ وہ خداوند کے پاس جا کر ان کی سفارش کرتے ہیں۔ کہ یا تو ان کے گناہ بخش دے۔ یا پھر میری جان ان کے گناہوں کے عوض نکال لے۔ لیکن خدا کہتا ہے۔ کہ میں ان کے گناہوں کی سزا انہی کو دونگا۔ پس جبکہ موسےٰ خود رضامند ہے۔ اور خدا اسکی جان ان کے بدلے نہیں نکالتا۔ تو یسوع مسیح جو بالکل راضی نہیں تھا۔ کیونکر خدا نے اسکی جان لے لی۔

دوئم - کتاب استثنار $\frac{۹}{۱۷ تا ۲۰}$۔

ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے خداوند کا ایک گناہ کیا۔ انہوں نے ایک گوسالہ کو معبود بنایا۔ تب خداوند غصے میں آیا۔ اور چاہا۔ کہ ان لوگوں کو ہلاک کر دے۔ لیکن موسےٰ چالیس رات اور دن پہاڑ پر رہا۔ اور ان کے لئے دعائیں کرتا رہا۔ تب خداوند نے اس وقت موسےٰ کی سنی۔ اور ان کو معاف کر دیا۔

اس جگہ کسی کو کفارہ نہیں ہونا پڑا۔ بلکہ قوم کی غلطی کی وجہ سے ان پر ایک بلا آئی۔ تب ان کے نبی نے ان کے لئے دعا کی۔ وہ دعا اور سفارش قبول ہوئی۔ اور وہ قوم بغیر کسی کفارہ کے رہا کر دی گئی۔

سوم - عہد تواریخ $\frac{۷}{۱۳ - ۱۴}$

" جو میں آسمان کو بند کروں۔ کہ بارش نہ ہوئے۔ اور ٹڈیوں کو فرماؤں۔ کہ زمین کو خراب کریں۔ اور جو میں اپنے لوگوں کے درمیان مری بھیجوں۔ پس اگر میرے لوگ جو میرے نام سے کہائے جاتے ہیں۔ اپنے تئیں عاجز کریں۔ اور میرا منہ ڈھونڈیں۔ اور میری راہوں سے پھریں۔ تو میں آسمان پر سے سنوں گا۔ اور ان کی خطائیں بخشوں گا"۔

اس جگہ خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر تم کوئی خطا کر بیٹھو۔ جس کی وجہ سے میں تم سے ناراض ہو جاؤں۔ تو تم یہ نہ سمجھ لینا۔ کہ بس اب ہماری خطا بخشی ہی نہیں جا سکتی۔ نہیں ضرور بخشی جائے گی۔ اور وہ اس طرح نہیں۔ کہ تم میں سے ایک شخص اٹھ کر اپنی جان گنوا دے۔ اور کہے۔ کہ میں تمہارے گناہوں کے بدلے کفارہ ہوتا ہوں۔ بلکہ اس کا طریق یہ ہے۔ کہ تم میرے آگے جھکو۔ اور مجھ سے بخشش طلب کرو۔ کہ اے خدا۔ ہم سے گناہ ہو گیا۔ تو ہم کو معاف کر دے۔ تب میں تم کو معاف کر دوں گا۔

دیکھئے۔ اس جگہ دعا اور استغفار کی تعلیم دی۔ نہ کہ کفارہ کی۔

چہارم۔ ملاحظہ ہو۔ متی $\frac{۶}{۱۲ - ۱۵}$

حضرت مسیح گناہوں کے بخشوانے کا ذریعہ اپنے شاگردوں کو کیا بتاتے ہیں۔ آیا کفارہ پر ایمان لانا۔ یا کوئی اور طریق لکھا ہے۔

" اور جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو بخشتے ہیں تو ہمارے دین ہم کو بخش دے ..... اس لئے اگر تم آدمیوں کے گناہ بخشو گے۔ تو تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہے۔ تمہیں بخشے گا۔ پر اگر تم آدمیوں کو ان کے گناہ نہ بخشو گے۔ تو تمہارا باپ بھی تمہارے گناہ نہ بخشے گا"۔

اس جگہ یہ نہیں فرمایا۔ کہ تم کفارے پر ایمان لے آؤ بلکہ فرمایا۔ کہ اپنے اندر رحم کی صفت پیدا کرو۔ تا تم رحم کئے جاؤ۔ اور بخشے جاؤ۔

پنجم۔ " تنگ دروازے سے داخل ہو۔ کیونکہ چوڑا ہے وہ دروازہ۔ اور کشادہ ہے وہ راستہ جو ہلاکت کو پہنچاتا ہے۔ اور بہت ہیں۔ جو اس سے داخل ہوتے ہیں۔ کیا ہی تنگ وہ دروازہ اور سکڑی ہے وہ راہ جو زندگی کو پہنچاتی اور تھوڑے ہیں۔ جو اسے پاتے ہیں"۔

متی $\frac{۷}{۱۳ - ۱۴}$۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیکھئے۔ ان آیات میں حضرت مسیح نے نجات پانے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ فرمایا۔ جو دکھ اٹھائیگا۔ ریاضتیں کریگا۔ اور مشکلات میں سے گزریگا۔ اسی کا حق ہے۔ کہ وہ نجات پاوے۔ اور جو شخص عیش و عشرت میں گزارتا اور مزے کرتا ہے۔ وہ نجات پانے کا ہرگز مستحق نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کفارہ کیسی راہ ہے۔ آیا یہ کشادہ دروازہ ہے یا تنگ۔ تو معلوم ہو۔ کہ کفارہ پر ایمان کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ ایمان لائے۔ اور گناہ پر دلیری بڑھی۔ فرمائیے ناظرین کیا کفارہ پر ایمان لانے والے کی نجات ہو سکے گی؟

ششم۔ ملاحظہ ہو یسعیاہ نبی کی کتاب کا $\frac{55}{6\text{ تا }7}$۔

"جب تک کہ خداوند مل سکتا ہے۔ تم اسے ڈھونڈو جب تک کہ وہ نزدیک ہے۔ تم اسے پکارو۔ وہ جو شریر ہے۔ اپنی راہ کو ترک کرے۔ اور بدکردار اپنے خیالوں کو۔ اور خداوند کی طرف پھرے۔ کہ وہ اس پر رحمت کرے گا۔ اور ہمارے خدا کی طرف کہ وہ کثرت سے معاف کریگا۔"

ان آیات میں یسعیاہ نبی نے نہایت صفائی سے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بتلایا ہے۔ کہ پچھلی شرارتیں اور برے خیالات ترک کر دیئے جائیں۔ اور آگے خدا کی طرف رجوع ہو۔ تا خدا بھی رجوع کرے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض وہ دلائل (جو مسیحی صاحبان کفارہ کے ثبوت میں دیتے ہیں) لکھ کر مختصراً ان کا جواب بھی دے دیا جائے۔ پہلی یہ دلیل دی جاتی ہے۔ کہ یرمیاہ نبی کی کتاب کے $\frac{31}{31\text{ تا }34}$ میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"دیکھ۔ وے دن آتے ہیں کہ میں اسرائیل کے گھرانوں اور یہوداہ کے گھرانے کے ساتھ نیا عہد باندھونگا۔ اس عہد کے موافق نہیں۔ جو میں نے ان کے باپ دادوں سے کیا۔ جس دن میں نے ان کی دستگیری کی۔ تاکہ زمین مصر سے انہیں نکال لاؤں۔ اور انہوں نے میرے اس عہد کو توڑا۔ اور میں نے اسے ترک کر دیا۔ خداوند کہتا ہے۔ بلکہ یہ وہ عہد ہے۔ جو میں اسرائیل کے گھرانے سے کرونگا۔ ان دنوں کے بعد خداوند فرماتا ہے۔ میں اپنی شریعت کو ان کے اندر رکھوں گا۔ اور ان کے دل پر اسکو لکھونگا۔ اور میں ان کا خدا ہوں گا۔ اور وے میرے لوگ ہوں گے۔ اور وے پھر اپنے پڑوسی اور اپنے بھائی کو یہ کہہ کے نہ سکھاویں گے۔ کہ خداوند کو پہچانو۔ کیونکہ چھوٹے سے بڑے تک وے سب مجھ کو جانیں گے۔ خداوند کہتا ہے۔ کہ میں ان کی بدکاری کو بخش دوں گا۔ اور ان کے گناہ کو یاد نہ کروں گا۔"

اگرچہ ہم چند آیتیں عہد عتیق سے لکھ کر یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ توریت اور صحف انبیاء میں کفارے کی تعلیم کہیں نہیں دی گئی۔ بلکہ برخلاف اس کے خدا تعالیٰ سے گناہوں کی معافی کی تلقین کی گئی ہے۔ تاہم بعض عیسائی دوست اب آیات مذکورہ کے آخری فقرات سے کفارہ کو ثابت کرنے کی بے فائدہ کوشش کرتے ہیں۔

اگر تو بائبل سے یہ ثابت ہوتا۔ کہ خدا کسی کے گناہ بخش دیتا ہے۔ تو ہم سمجھ لیتے۔ کہ یہاں جو گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔ تو یہ کوئی نئی بات ہے۔ لیکن جب یہ ثابت ہو چکا۔ کہ کئی بار بنی اسرائیل کے گناہ بخشے جا چکے ہیں۔ تو پھر کیوں ان آیات سے کفارہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

آؤ ہم بتائیں۔ کہ ان آیات کا کیا مطلب ہے۔ اور یہ کن معنوں میں استعمال ہوئیں۔ اس جگہ پر یہ فقرہ قابل غور ہے:۔

"میں ان کے ساتھ نیا عہد باندھوں گا۔ اس عہد کے موافق نہیں جو ان کے باپ دادوں سے کیا۔"

بلکہ تشریح کے طور پر فرماتا ہے:۔

"کہ ان میں اپنی شریعت رکھوں گا۔"

یہ تو ایک پیشگوئی ہے۔ جو آئندہ زمانہ کے لئے ہے حضرت مسیح نہ تو کوئی شریعت لائے۔ اور نہ کوئی ان کے ذریعہ عہد باندھا گیا۔ پس یہ پیشگوئی ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری ہوئی۔ چنانچہ آپؐ کے ذریعہ ایک شریعت لوگوں میں رکھی گئی۔ اور عہد پورا کیا گیا جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعهدي اوف بعهدکم۔ پھر حضرت مسیح کے دو قول پیش کئے جاتے ہیں۔ کہ ان میں کفارہ کی تعلیم ہے۔

الف۔ "جب یسوع کے صلیب دیئے جانے کا دن قریب آیا۔ تو اس نے ایک دن روٹی کھانے کے وقت روٹی اور انگور کا رس جماعت میں تقسیم کرتے ہوئے کہا۔ کھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ اور پیو یہ میرا لہو ہے یعنی نئے عہد کا لہو جو بتوں کے گناہوں کی معافی کے لئے بہایا جاتا ہے۔"

پھر ایک جگہ لکھا ہے:۔

"اچھا گڈریہ میں ہوں۔ اچھا گڈریہ بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہے۔"

لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ ایک عام کلام ہے۔ جو ہر ایک نبی اور مصلح پر وارد ہوتا ہے۔ ہر ایک ریفارمر اپنی قوم کے ہاتھوں سے اپنی قوم ہی کی خاطر دکھ اٹھاتا ہے۔ پھر وہ درد سے دعائیں کرتا ہے۔ کہ جن سے ان لوگوں کے بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ قوم کی اصلاح نہ کرتا۔ تو کبھی ایسی تکالیف نہ اٹھاتا۔ اس کا دکھ اٹھانا قوم کے گناہوں کے لئے ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ ہر وقت اپنی تکالیف کے باعث کہہ سکتا ہے۔ کہ اس نے اپنی قوم کے لئے دکھ اٹھائے۔ ؎

کربلائے است سیر ہر آنم ۔ صد حسین است در گریبانم

اگرچہ حضرت مسیح کے اقوال میں یہ فقرہ پایا تو نہیں جاتا۔ لیکن یہ صحیح ہے۔ کہ انہوں نے اپنی قوم کی خاطر دکھ اٹھائے۔ اور بہت اٹھائے۔ پھر اس فقرہ میں کہ:۔

"بہتیروں کے واسطے یہ خون بہایا جاتا ہے۔"

بہتیروں اور واسطے کے لفظ قابل غور ہیں۔ اگر یسوع مسیح تمام جہان کے ایمانداروں کے لئے سزا پانے والا تھا۔ تو یہ نہ کہتا۔ کہ "بہتیروں کے واسطے" کیونکہ یہ لفظ صرف وہی لوگ ظاہر کرتا ہے۔ جو بنی اسرائیل میں سے اس کے مدنظر تھے۔

دوسرا واسطے کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ کہ وہ ان کے بدلہ دکھ نہیں اٹھا رہا۔ بلکہ ان کی خاطر دکھ اٹھاتا ہے۔ کہ وہ اپنی اصلاح کریں۔ (فضل الرحمٰن)

وصولی چندہ از احباب جماعت

خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ر جنوری ۱۹۳۷ء میں جو الفضل مجریہ ۱۹ر فروری ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ایک چندہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں جماعتوں کے افراد کو بھی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ جہاں پریذیڈنٹ یا سکرٹری سست ہوں۔ وہاں کی جماعت کے دوسرے افراد کو چاہیئے۔ کہ وہ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ خدا تعالےٰ کے کام پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں سے وابستہ نہیں ہوتے۔ اور نہ قیامت کے روز اللہ تعالےٰ کسی جماعت سے پوچھیگا۔ کہ تمہارا پریذیڈنٹ یا سیکرٹری کیسا تھا۔ بلکہ وہ افراد سے پوچھیگا کہ تم کیسے تھے۔ اگر کسی جگہ کا پریذیڈنٹ یا سیکرٹری سست ہوگا۔ اور ان کی سستی کی وجہ سے جماعت کے لوگ تحریک میں حصہ لینے سے محروم رہیں گے۔ تو اللہ تعالےٰ انہیں معاف نہیں کرے گا۔ بلکہ کہے گا۔ تم سے ہر ایک شخص پریذیڈنٹ اور سیکرٹری تھا۔ اور تمہارا فرض تھا۔ کہ جب کوئی پریذیڈنٹ اور سیکرٹری سستی میں مبتلا تھا۔ تو تم خود اسکی جگہ کام کرتے۔

چندہ جلسہ سالانہ اور توسیع مساجد وغیرہ کے متعلق جو تحریک جولائی ۱۹۳۶ء میں کی گئی تھی۔ اس کے جواب میں ابھی تک بہت ناکافی رقم وصول ہوئی ہے۔ میں تمام احباب جماعت کو توجہ دلاتا ہوا ان سے امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ اور ہر فرد جماعت سے اسکی ماہوار آمد کا تیسرا حصہ وصول کر کے بھجوائیں گے۔ گذشتہ جلسہ سالانہ پر بوجہ اس کے کہ پہلے کی نسبت پانچ ہزار زیادہ افراد اس میں شامل ہوئے۔ اور بوجہ اس کے کہ گوشت گندم اور دیگر اجناس کے نرخ بڑھے ہوئے تھے۔ پہلے کی نسبت بہت زیادہ خرچ ہوا۔ اس خرچ کو پورا کرنے کے لئے تمام احباب جماعت کو حصہ رسدی اپنا بوجھ اٹھانا چاہیئے۔ جو دوست اس کارِ خیر میں خاص کوشش فرمائیں گے۔ ان کے نام حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے حضور بغرض دعا پیش کئے جائیں گے۔

فرزند علی عفی عنہ ناظر بیت المال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں ولادت باسعادت

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے حضور ہدیۂ تہنیت

قادیان ۱۸ر اپریل۔ یہ خبر نہایت ہی مسرت اور خوشی کے ساتھ سنی جائے گی۔ کہ صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب مولوی فاضل بی اے ابن حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ہاں اللہ تعالےٰ کے فضل سے کل ۱۷ر اپریل بروز ہفتہ دو بجے دوپہر فرزند ارجمند تولد ہوا۔ الحمد للہ علےٰ ذٰلک۔

"فاروق" تمام جماعت کی طرف سے اس مولود مسعود کی ولادت کی خوشی میں جو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا پہلا پوتا ہے۔ حضور کی خدمت میں ہدیۂ تہنیت پیش کرتا ہے۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام خاندان اور حضرت نواب محمد علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ کے خاندان کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتا ہے۔

احباب دعا فرمائیں۔ کہ خدا تعالےٰ مولود کو ان برکات اور انعامات سے حصۂ وافر عطا کرے۔ جن کا وعدہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت کے متعلق فرمایا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے زچہ اور بچہ کی صحت اچھی ہے۔

اس تقریب کی خوشی میں مقامی سکول اور دفاتر میں تعطیل کی گئی۔

احبابِ قادیان کی خدمت میں گذارش

اگر آپ اپنی لڑکیوں کو مغربی تعلیم کے اثراتِ بد سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ تو انہیں مڈل کا امتحان پاس کرانے کے بعد نصرت گرلز سکول کی شاخ دینیات میں داخل کرادیں۔ جہاں تین سال کے عرصہ میں طالبات کو قرآن مجید کی ضروری تفسیر۔ حدیث سیرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم۔ سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ حقیقۃ الوحی دعوت الامیر۔ احمدیت یا حقیقی اسلام اور متعدد دیگر کتب سلسلہ عالیہ احمدیہ پڑھائی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ ہوم نرسنگ اور امور خانہ داری کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ زبان انگریزی میں گفتگو جو تبلیغ کے لئے ضروری ہے۔ بھی سکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

یہ نصاب طالبات کو مغربیت کے اثر سے بچانے اور سلسلہ عالیہ کی تعلیم سے واقف کر کے ان کی صحیح تربیت کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

ہیڈ ماسٹر نصرت گرلز سکول قادیان

---

(۱) سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔

(۲) خدا تعالےٰ کے فضل اور احباب کی دعاؤں سے میری اہلیہ جن کی بیماری کی قبل ازیں احباب کو اطلاع دی جا چکی ہے۔ دن بدن رو بصحت ہیں۔ مگر ابھی کامل صحت نہیں ہوئی نہ خود اٹھ بیٹھ سکتی ہیں۔ احباب از راہ ہمدردی ان کی صحت کے لئے دعائیں فرمائیں۔ اور خدا سے اجرِ عظیم پائیں۔ اور مجھے مشکوری کا موقعہ بخشیں۔

(۳) نہایت تکلیف دہ امر ہے۔ کہ جن خریداران فاروق کے نام وی پی ارسال ہوئے تھے۔ ان میں سے بہت دوستوں نے نہایت بے پرواہی سے بلا وجہ معقول وی پی واپس کر کے بجائے امداد کے ناحق مجھے محصول وی پی کا نقصان دیا۔ مجبوراً مجھے ایسے دوستوں کے نام سے اخبار بند کرنا پڑا۔

(دانشمند خشم پیمبر کسی قادیان میں باہتمام چودھری عطا محمد صاحب و دانشمند خاں مولوی فاضل مرزا خدا بخش صاحب کے فاروق مطبوعہ قادیان سے شائع کیا)